

محسنِ اردو

یہ ۵۳ء کی بات ہے جب میں چھٹی جماعت کا طالب علم تھا تو ایک روز اتفاق سے کلاس کے ایک ساتھی کے گھر میں، میں نے ایک کتاب پڑی ہوئی دیکھی جس کے سرورق پر ایک خوف زدہ سی عورت کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ جس کا منہ چیخ مارنے کے انداز میں کھلا ہوا تھا اور اس کی پشت پر ایک شخص لمبا سیاہ اور کوٹ پہنے اور ہاتھ میں پستول لیے کھڑا تھا لیکن اس کا چہرہ اس کے جھکے ہوئے فیلٹ ہیٹ میں اس طرح چھپا ہوا تھا کہ ٹھوڑی کے سوا اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ مجھے یہ سرورق بہت انوکھا اور بڑا ہی عجیب سا لگا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ بھی ہو کہ چونکہ اس وقت تک اسکول کی کتابوں کے علاوہ ایسی کوئی کتاب مجھے نظروں سے گزری نہیں تھی۔ اس لیے مجھے یہ ایک نئی چیز محسوس ہوئی تھی۔

میرے اس ساتھی نے بتایا کہ یہ جاسوسی دنیا ہے۔ اس میں جاسوسی کہانی شائع ہوتی ہے جو اس کے ابا جان بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ اس کتاب کا سرورق دیکھنے کے بعد تو اسے پڑھنے کا شوق میرے دل میں بھی جاگا تھا سو میں نے اپنے ساتھی سے ایک دن کے لیے وہ کتاب مانگ لی۔

اپنے بچتے میں چھپا کر میں جاسوسی دنیا کو اپنے گھر تو لے آیا تھا لیکن اسے کھول کر پڑھنا میرے لیے خاصا مشکل ہو رہا تھا کیونکہ گھر میں قصے کہانیوں کی کتابیں نہ تو کبھی کوئی لایا تھا اور نہ لانے کی اجازت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ میں گھر والوں کی نگاہوں سے اسے چھپانا چاہتا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ جیسے ہی گھر کے افراد دوپہر کے کھانے کے بعد آرام کرنے کے لیے بڑے کمرے میں چلے جائیں گے۔ میں اسکول کا کام کرنے کے بہانے جاسوسی دنیا پڑھ لوں گا لیکن انتظار اور بے چینی کے وہ لمحے ختم ہی نہیں ہو رہے تھے۔ میں سہمی سہمی نگاہوں سے بار بار اپنی کتابوں کے بند بچتے کو اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے اس میں کوئی ناظم بم رکھا ہوا ہو۔

بہر حال دوپہر کے بعد جب والدہ اور بہنیں بڑے کمرے میں آرام کرنے کے لیے چلی گئیں تو میں نے اپنے کمرے کی کھڑکی بند کی اور جاسوسی دنیا نکال کر پڑھنے لگا۔ جوں جوں میں ناول کے ورق الٹا جاتا تھا توں تجسس بڑھتا جاتا تھا۔ ایک ہی سوال تھا جو بار بار ذہن میں ابھرتا تھا اب کیا ہو گا اب آگے کیا ہو گا؟

کرنل فریدی اور سارجنٹ حمید یہ دو نام تھے جو دھیرے دھیرے ذہن کے اندر کہیں چپکتے جا رہے تھے اور کہانی ختم ہو گئی لیکن کتاب ہاتھ سے نہیں چھوٹی۔ زندگی میں پہلی بار اسکول کی

کتابوں سے ہٹ کر میں نے ایک انوکھی کتاب پڑھی تھی اور زندگی میں پہلی بار ہی مجھے کہانی نام کی کسی چیز کا تجربہ ہوا تھا۔ میں نے کتاب کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ اس کے مصنف کا نام ابن صفی تھا۔ اس کی قیمت صرف نو آنے تھی اور یہ الہ آباد سے شائع ہوئی تھی۔ یہ سب دیکھ لینے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اب ہر مہینے جاسوسی دنیا پڑھنے کی کوشش کروں گا۔ اس کے بعد دو سرائے اور پھر تیسرا ناول پڑھنے کے بعد تو پھر ابن صفی کے جاسوسی دنیا پڑھنے کی عادت سی ہو گئی۔ اس وقت محترم ابن صفی صاحب کے بارے میں مجھے صرف اتنا ہی معلوم تھا کہ جاسوسی دنیا کی مصنف ہیں اور اچھا لکھتے ہیں۔ جاسوسی کہانیاں پڑھنے کا شوق ابن صفی صاحب کی جاسوسی دنیا کی کہانیوں کو پڑھ کر ہی ہوا۔ سو اس شوق میں دیگر کئی مصنفین کے جاسوسی ناول بھی پڑھے اور انگریزی جاسوسی ناولوں کے تراجم بھی پڑھے خاص کر مٹی تیرتھ رام فیروز پوری کے تراجم بھی کافی پڑھ ڈالے لیکن ابن صفی کی جاسوسی دنیا والی بات ان میں کہیں بھی نظر نہیں آئی۔ یہ ابن صفی صاحب مرحوم کے ہی قلم کا اعجاز تھا کہ انہوں نے اپنے فرضی کرداروں کرنل فریدی، سارجنٹ حمید، قاسم، علی عمران کو زندہ جاوید بنا دیا ہے۔ ان کے ناولوں کو پڑھنے کے بعد یوں لگتا ہے جیسے یہ سارے کردار ہمارے آس پاس ہی متحرک ہوں اور یہ بات یقینی ہے کہ میری طرح ان ہزاروں لاکھوں لوگوں کا بھی یہی خیال ہو گا جنہوں نے ابن صفی صاحب کے تمام ناول پڑھے ہوں گے۔

میری مادری زبان اردو نہیں ہے لیکن مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی جھجک نہیں ہے کہ آج میں جو کچھ بھی ٹوٹی پھوٹی اردو لکھ رہا ہوں۔ وہ محترم ابن صفی کی کتب کے مطالعے کی ہی رہیں منت ہے۔ ابن صفی صاحب کے ناولوں نے نہ صرف تھکے ہوئے ذہنوں کو تفریح مہیا کی ہے بلکہ ہزاروں لاکھوں لوگوں میں اردو پڑھتے رہنے کی عادت سی ڈال دی ہے اور اب بھی یہ عالم ہے کہ جاسوسی دنیا اور عمران سیریز کے ناول کئی کئی بار پڑھنے کے باوجود ہر بار ایک نیا مزہ دے جاتے ہیں اور یہ ابن صفی مرحوم کا ہی کمال فن ہے کہ آج بھی ان کے ناولوں کے لاکھوں پڑھنے والے ہندوستان اور پاکستان میں موجود ہیں۔

ابن صفی صاحب پیدائشی ادیب تھے۔ انہوں نے اپنے جاسوسی ناولوں میں زندگی کے جتنے اہم پہلوؤں پر قلم اٹھایا ہے شاید ہی کسی اور ادیب نے اٹھایا ہو گا۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ انہیں ایک بہترین ناول نگار سمجھوں، بہترین شاعر سمجھوں؟ یا ایک اعلیٰ پائے کا طنز نگار سمجھوں۔ کسی ایک شخص کی کسی ایک خوبی پر اپنے خیالات کا اظہار ایک مختصر سے مضمون میں کر دینا تو بہت ہی آسان ہے لیکن جس ایک شخص کے اندر کئی دیو ہیکل شخصیتیں موجود ہوں ان کو بیک وقت احاطہ تحریر میں لانا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

محترم ابن صفی مرحوم نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز شاعری سے کیا تھا۔ اسرار ناولی کے نام سے انہوں نے اپنی شاعری کی ابتدا کی اور دیکھتے ہی دیکھتے ہندوستان کے ادبی افق پر چھا گئے لیکن سیلاب طغیت کو کسی ایک مرکز پر ٹھہرنا گوارا نہ تھا سو شاعری کے ساتھ ساتھ طنز نگاری کے میدان میں بھی کود پڑے اور اس میدان کے بھی شہسواروں میں سب نے آگے نظر آنے لگے۔ کچھ عرصہ تک تو وہ شاعری اور طنز نگاری کے میدان میں ڈٹے رہے لیکن پھر ایک حادثہ ہو گیا اور وہ جاسوسی ناول نگار بن گئے۔ شاید قدرت ان کے ہاتھوں چند امر کرداروں کو جنم دینا چاہتی تھی۔

یہ حادثہ کیسے ہوا اس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ ایک روز ایک ادبی نشست میں کسی صاحب نے کہا۔ ”اردو میں آج کل صرف جنسی افسانوں کی مارکیٹ ہے اس کے علاوہ بازار میں کوئی اور مال نہیں بکتا۔“

یہ سن کر ابن صفی نے جواب دیا۔ ”یہ درست ہے لیکن ابھی تک کسی نے بھی جنسی لٹریچر کے سیلاب کو روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔“

”اس سیلاب کو روکنا ناممکن ہے۔“ ایک تیسرے صاحب نے فرمایا۔ ”جب تک کوئی متبادل چیز مقابلے میں نہ لائی جائے یہ قطعی ناممکن ہے۔“

متبادل چیز؟ ابن صفی نے سوچا اور پھر ان کے اندر کا وہی آٹھ سالہ بچہ ان کے سامنے آکھڑا ہوا۔ جس نے بچپن میں ہی طلسم ہو شرما کی ساتوں جلدیں چاٹ ڈالی تھیں اور اس وقت اس نے یہ بھی دیکھا تھا کہ اسی سال کے بوڑھے بھی بچوں کی طرح طلسم ہو شرما کے سحر میں گم ہو جاتے ہیں۔ یہ سارا منظر جب ان کی آنکھوں کے آگے سے ہٹا تو انہوں نے بڑے ہی اٹل لمبے میں کہا۔

”اگر یہ بات ہے تو میں دیکھوں گا کہ اس سیلاب کو روکنے کے لیے میں کیا کر سکتا ہوں۔“

اور پھر انہوں نے وہ کردکھایا۔ جو لوگوں کے تصور میں بھی نہیں تھا۔ تیسرے درجے کے گھٹیا افسانوں کے متبادل کے طور انہوں نے جاسوسی ناول لکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ۱۹۵۲ء میں ماہنامہ نکمت الہ آباد نے ان کے جاسوسی ناولوں کا سلسلہ شروع کیا اور اس سلسلے کا نام جاسوسی دنیا رکھا گیا۔ ابھی دو تین ناول ہی لوگوں کی نظروں سے گزرے تھے کہ ابن صفی، کرنل فریدی اور سارجنٹ حمید کے چرچے شروع ہو گئے۔ الہ آباد میں رہ کر انہوں نے صرف سات آٹھ ناول ہی لکھے تھے۔ اس کے بعد وہ پاکستان آگئے اور بقیہ ناول کراچی میں لکھے پھر ۱۹۵۶ء میں انہوں نے عمران سیریز کا سلسلہ شروع کیا اور علی عمران کا انوکھا کردار لوگوں میں اس قدر مقبول ہوا کہ کرنل فریدی، سارجنٹ حمید اور قاسم جیسے

ہر دلعزیز کرداروں کی چمک بھی دھندلی ہونے لگی۔ لوگ جاسوسی دنیا اور عمران سیریز کا ایک ایک ناول ختم کرتے ہی دوسرے ناول کے انتظار میں لگ جاتے تھے۔ عمران سیریز اور جاسوسی دنیا کی بے پناہ مقبولیت کو دیکھتے ہوئے کئی نقلی ابن صفی بھی میدان میں کود پڑے۔ کرنل فریدی، حمید، قاسم اور عمران کے کرداروں سے متاثر ہو کر ہر نقلی ادیب نے اپنے نام کے ساتھ صفی کا نام استعمال کر کے ہستی گنگا میں ہاتھ دھونے کی کوشش کی لیکن کوئی بھی صفی محترم ابن صفی کی طرز تحریر کی گرد کو بھی نہ پاسکا۔

ابن صفی مرحوم کی تحریروں میں ادب کی ایسی چاشنی ہے کہ سیکڑوں بار۔ پڑھے پڑھائے ہوئے جنملے بھی ہر بار نئے لگتے ہیں اور پڑھنے والا ایک بار پھر ان کے سحر میں کھو کر رہ جاتا ہے۔

اس بات میں تو ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ ابن صفی صاحب کے جاسوسی ادب نے اس دور میں لوگوں کو کچھ پڑھنے کی ترغیب دی جو کتابوں کو ہاتھ میں لینا بھی گوارا نہیں کرتے تھے اور واقعی یہ ان کا عظیم کارنامہ ہے۔ اردو پر ان کا احسان عظیم ہے۔

اردو کے ٹھیکیدار اس بات کو تسلیم کریں یا نہ کریں لیکن یہ حقیقت ہے کہ ابن صفی کے ناول محض وقت گزاری کے لیے ہی نہیں پڑھے جاتے ان میں کوئی بات تو ایسی ہے جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور وہ بات ہے اپنے ارد گرد بکھرے ہوئے ملکی اور سماجی مسائل۔ ان کے ناولوں کو پڑھتے وقت جب زندگی کے مختلف پہلو اور سماجی مسائل سامنے آتے ہیں تو لوگ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں کہیں انسانی زندگی کے روابط نظر آتے ہیں تو کہیں انسانی قدریں ٹوٹتی بکھرتی دکھائی دیتی ہیں۔ محبت، نفرت، میل جول، عزائی، جھگڑے اور ان جذبوں سے ابھرتا ہوا انسانی قربانی کے جذبہ گویا اپنے ارد گرد کے سماج میں بکھری ہوئی ہر چیز ہمیں صاف دکھائی دیتی ہے کہیں ایک شخص کی شیطانی خواہشات پورے ملک کی تباہی کا سبب بنتی نظر آتی ہیں تو کہیں ایک ملک اپنی برتری منوانے کے لیے اپنے پڑوسی ملک کو جنم کی آگ میں جھونکنے کے لیے تیار نظر آتا ہے۔

انسانی زندگی کے یہی وہ مسائل ہیں جنہوں نے ابن صفی مرحوم کے ہر ناول کو زندہ جاوید بنا رکھا ہے۔ انہوں نے تقریباً دو سو کے قریب ناول لکھے ہیں جن کی مقبولیت آج بھی روزِ اول سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ ایسی خوبی بہت کم لکھنے والوں میں ہوتی ہے۔ بے شک ابن صفی مرحوم ایشیا کے عظیم جاسوسی ناول نگار تھے۔ بہت بڑے شاعر تھے اور بہت بلند پایہ طنز نگار تھے۔

انہیں مرحوم لکھتے وقت دل پر ایک چوٹ سی لگتی ہے مگر مرنا تو برحق ہے۔ اس لیے یہ سوچ کر ایک راحت سی ہوتی ہے کہ ان کے ہزاروں لاکھوں پڑھنے والوں نے انہیں آج بھی یاد رکھا ہوا ہے اور وہ آج بھی ہزاروں لاکھوں دلوں میں زندہ ہیں۔